غیر مسلموں میں تبلیغ کیلئے زرّیں ہدایات

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

غیر مسلموں میں تبلیغ کیلئے زرّیں ہدایات

تشہّد ، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس اجتماع کی اصل غرض تو یہ ہے کہ دعا کر کے دوستوں کو رخصت کیا جائے تا وہ جس جس علاقہ میں جانے والے ہیں وہاں جا کر اپنا کام شروع کر دیں لیکن مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے دعا سے پہلے کچھ ہدایات دوں تا انہیں تبلیغ کرنے میں مدد مل سکے۔

عام طور پر ہماری جماعت کے مباحثات چونکہ دوسرے مسلمانوں سے ہی ہوتے رہتے ہیں اور زیادہ تر انہی لوگوں سے ملنے جلنے اور بات چیت کرنے کا موقع ملتا ہے اور چونکہ انسان قدرتی طور پر اپنے سے زیادہ قریب اور زیادہ میل جول رکھنے والے کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے، اس لئے اس قدرتی میلان کی وجہ سے ہماری جماعت کے احباب کو جس قدر ان مسائل سے واقفیت ہے جن میں ہم میں اور غیر احمدیوں میں اختلاف ہے، اس قدر ان سے نہیں جن میں ہم میں اور غیر مسلموں میں اختلاف ہے۔ اس کے علاوہ ایک قدرتی بات یہ ہے کہ جب کوئی انسان دورانِ گفتگو میں عاجز آنے لگتا ہے تو وہ مشکل اور پیچیدہ عبارات میں اپنے مدمقابل کو اُلجھانے کی سعی کرتا ہے۔ انسان نے اپنی ذلّت اور شکست کو چھپانے کے جو ذرائع ایجاد کئے ہیں، ان میں سے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ مشکل اصطلاحات اور پیچیدہ عبارات کے چکر میں خود بھی پھنس جائے اور دوسروں کو بھی پھنسا دے اور بدترین طریق گالیاں دینا اور مار پیٹ پر اُتر آنا ہے۔ ایسے لوگ جب دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں تو یا تو گالیاں دینے اور مارنے پیٹنے پر اُتر آتے ہیں اور یا پھر پیچیدہ اصطلاحات کا استعمال شروع کر دیتے ہیں جن کے معنی وہ نہ خود سمجھتے ہیں اور نہ دوسرے کی سمجھ میں آتے ہیں اور یہ حال ہندو، مسلمان، سکھ سب کا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ دلیل سے

نہیں چل سکے تو اصطلاحات کے چکر میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں مسلمان کو جب دلیل نہ آئے گی تو جُھٹ کہہ دے گا اچھا بتاؤ نماز کے واجبات کتنے ہیں۔ حالانکہ ہر شخص روز نماز پڑھتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ کس طرح پڑھنی چاہئے۔ اسے اس کی کیا ضرورت ہے کہ واجبات معلوم کرتا پھرے اور اگر وہ بتا بھی دے تو کیا ضروری ہے کہ وہ اسے صحیح بھی مان لیں۔ انہوں نے تو اپنے ڈھکوسلوں کی ایک فرضی لسٹ بنا رکھی ہوتی ہے مگر دوسرا ان بیہودگیوں میں نہیں پڑتا۔ اس نے گِن کر نہیں رکھے ہوئے یا یاد بھی ہیں مگر بیان کرتے وقت کوئی رہ گیا تو جھٹ کہہ دیں گے کہ دیکھو اسے اتنا بھی معلوم نہیں۔ یہ تو ظاہری علوم والوں کا حال ہے۔ جو لوگ علماء کہلاتے ہیں، وہ زیر زبر کا جھگڑا چھیڑ دیں گے حالانکہ ہزار ہا لوگ قرآن کریم کو خوب سمجھتے ہیں مگر وہ زیر زبر کے صحیح استعمال کو نہیں جانتے۔ بس اس پر وہ کہہ دیں گے کہ یہ جاہل ہے۔ پھر صوفیاء ہیں وہ جب دلیل سے عاجز آ جائیں گے تو کہیں گے بتاؤ لقاء کیا ہے؟ آپ مذہبی باتیں تو خوب کرتے ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ لاہوت اور ناسوت کیا ہیں اور پھر قہقہہ لگائیں گے کہ دیکھو یہ ابتدائی باتوں سے بھی واقف نہیں حالانکہ ان باتوں کا روحانیات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خود ساختہ باتیں ہیں۔ جیسے ایک تماشہ گر، نَٹ نے بعض باتیں یاد رکھی ہوتی ہیں اور ان کے ذریعہ دوسروں سے پیسے وصول کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں دیکھنے والے پیسہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خالی ہوتا ہے۔ یا لوگ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ خالی ہے، مگر پیسہ موجود ہوتا ہے۔ حقیقت میں اس کی باتیں اور حرکات ہی پیسہ کو لانے اور لے جانے کا بہانہ ہوتی ہیں اور انہی سے وہ دوسروں کو دھوکا میں ڈال کر اپنا کام کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح لاہوت ناسوت اور فرائض و واجبات وغیرہ اصطلاحات بھی دوسروں کو دھوکا میں ڈالنے کیلئے وضع کر لی گئی ہیں اور یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کے پاس دین موجود ہے۔ جن کے پاس حقیقت تھی جب ان کے اندر کجی آ گئی تو اس قسم کی حرکات جب ان سے صادر ہونے لگیں تو جن کے پاس دین ہے ہی نہیں وہ کیا کچھ نہ کرتے ہونگے اسی لئے ایسے مواقع پر ہندو کہہ دیتے ہیں کہ اچھا یہ بتایا جائے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیسے کیا۔ مسلمان کے پاس چونکہ قرآن پاک موجود ہے اس لئے اسے دور جانے کی ضرورت نہیں پیش آتی مگر وہاں چونکہ یہ خانہ خالی ہی ہے اس لئے وہ یہیں سے شروع کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیسے کیا کیونکہ جتنی کم صداقت کسی کے پاس ہوگی، وہ اتنا ہی دور سے شروع کرے گا۔ وید چونکہ بہت پرانے ہیں اور ان میں بہت تغیرات ہو چکے ہیں اس لئے وہ پیدائش سے پہلے شروع کریں گے۔ عیسائیوں اور یہودیوں

کے پاس چونکہ ان کی نسبت زیادہ صداقت ہے، وہ دنیا کی پیدائش سے تو نہیں مگر آدم کے گناہ سے شروع کریں گے۔ ان لوگوں کی مثال بعینہٖ اس راجہ کی ہے جو بہت بخیل تھا۔ اس کے پاس ایک برہمن آیا اور کہا کہ مجھے مدد کی سخت ضرورت ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ سورگ میں جانے کے خاص ذرائع میں سے ایک یہ ہے کہ برہمن کی بیٹی کی شادی کر دی جائے۔ برہمن نے راجہ سے کہا میری بیٹی جوان ہے اس کی شادی کیلئے مجھے امداد دو۔ وہ بخیل ہونیکی وجہ سے کچھ دینا بھی نہ چاہتا تھا اور ساتھ ہی برہمن کو بھی صاف جواب دینا اسے پسند نہ تھا اس لئے کچھ سوچ کر کہا کہ پرارسال میری جو گائے گم ہوگئی تھی، وہ لے لو۔ اس کا بیٹا اس سے بھی زیادہ بخیل تھا اس نے کہا کہ اس سے بھی پہلے سال جو گائے مرگئی تھی، وہ کیوں نہ اسے دے دی جائے۔ یہی حال ان مذاہب کا ہے۔ مسلمان تو زیر زبر کا جھگڑا ہی پیش کرے گا لیکن عیسائی آدم کے گُناہ سے اِدھر نہیں ٹھہرے گا مگر آریہ پوچھے گا کہ خدا کو مادہ کہاں سے ملا۔ غرضیکہ یہ سب پیچدار گفتگو میں اُلجھتے اور دوسروں کو بھی اُلجھانا چاہتے ہیں اور نادان اس میں پھنس جاتے ہیں۔ مولوی عمرالدین شملوی جو اَب مرتد ہو چکے ہیں، میں ہمیشہ انہیں کہا کرتا تھا کہ جن بحثوں میں آپ پڑے رہتے ہیں یہ آپ کو انجام کار گمراہ کر دیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بات کیسی عمدہ ہے کہ ایک باپ کو اس سے کیا غرض کہ اس کے بیٹے کا جگر کہاں ہے، تلی کیسی ہے، دل کہاں ہے وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس کا بیٹا ہے یا نہیں اور پھر اس سے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلق کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہمارا رب ہے اور ہم اس کے بندے ہیں۔ وبس۔ اس نے آدمی کو کہاں سے بنایا کیسے بنایا یہ فضول سوالات ہیں۔ پس غیر مسلموں سے بحث کرتے وقت ان کی طرف سے تمہارے سامنے ضرور ایسے عُقدہ ہائے لَایَنْحَلْ پیش کئے جائیں گے۔ یہ مت خیال کرو کہ زمیندار ان باتوں سے واقف نہیں ہوتے انہیں بھی مسلمانوں کی طرح چند اصطلاحات یاد ہوتی ہیں۔ وہ تناسخ کی تفصیل بیان نہیں کر سکتے مگر وہ یہ ضرور کہہ دیں گے کہ اپنے اپنے عمل کا نتیجہ ہے۔ آخر یہ جو دنیا میں فرق ہے یہ کیا ہے؟ یا وہ کہہ دے گا کہ اسلام جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کا حکم دیتا ہے۔ تو اپنے رنگ میں اور اپنے اصول پر ان کے اعتراضات ضرور ہوتے ہیں۔ جس طرح کوئی مسلمان خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاقتوں سے واقف ہو یا نہ ہو، دورانِ گفتگو میں عادتاً اِنْشَاءَ اللّٰہُ کہہ دے گا۔ حالانکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ساری طاقتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اس کے منشاء کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ سارے سامان اس کے پیدا کردہ

ہیں اور اس کے تصرف کے نیچے ہیں میری کوششوں کے باوجود اللہ کا اختیار ہے کہ وہ چاہے تو یہ کام ہو اور اگر نہ چاہے تو نہ ہو۔ مگر جاہل مسلمان ان باتوں کو نہیں جانتا لیکن اِنْشَاءَ اللّٰہُ کہے گا ضرور۔ تو جس طرح مسلمان کو بعض مذہبی اصطلاحات اور جملے یاد ہوتے ہیں اسی طرح ہندوؤں کو بھی یاد ہوتے ہیں اور ایسے ہی ان کے اعتراضات بھی ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ریل میں میرے ساتھ ایک سکھ آنریری مجسٹریٹ سفر کر رہے تھے وہ مجھے کہنے لگے کہ اگر آپ بُرا نہ منائیں تو میں ایک مذہبی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے انہیں کہا کہ مذہبی سوال میں بُرا منانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر اس نے دو چار منٹ اپنے غیر متعصّب ہونے کے متعلق تقریر کی اور کہا میں اسلام کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں مگر بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ مثلاً آپ کے ہاں جو ختنہ کا حکم ہے، مرد تو اس پر عمل کر سکتے ہیں عورت کیا کرے۔ میں نے کہا یہ کیا مشکل بات ہے آپ کے ہاں داڑھی رکھنے کا حکم ہے جو مرد تو رکھ سکتے ہیں مگر عورت کیا کرے۔ جو علاج آپ اس کے لئے تجویز کریں گے، وہ ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ کہنے لگے ان کے تو ہوتی ہی نہیں۔ میں نے کہا اسی طرح ختنہ کا حال ہے۔ تو ایسے ایسے اعتراض ان لوگوں نے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جن سے اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں۔

قرآن کریم نے اس بارہ میں بھی راہنمائی کی ہے۔ اس نے ظاہری الفاظ میں پیچیدہ مسائل کو پیش کیا ہے۔ اس کا فلسفہ اس کے لفظوں کے نیچے چھپا ہوا ہے جو اسے نکالنا چاہے کُرید کر نکال لے گا وگرنہ ایک عامی[1] کے لئے اس کے اندر سیدھی سادھی باتیں ہیں۔ مثلاً آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے، تم کو ذلیل پانی سے پیدا کیا ہے، پھر تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کئے، تم مصیبتوں میں گھبراتے ہو، آفتوں پر روتے ہو، ہم نے زمین و آسمان کو تمہاری خدمت پر لگا دیا ہے۔ کیا موٹی موٹی باتیں ہیں جنہیں ایک زمیندار بھی سمجھ سکتا ہے۔ پھر اِن کے اور ورشنز (VERSIONS) ہوتے ہیں اور اُن کے اور لیکن ایک عامی کو یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ قرآن کریم میں فلسفہ کی باتیں ہیں ہاں ایک فلسفی اس کے اندر فلسفہ کا بحرِ بیکراں دیکھتا ہے۔ تو چونکہ آپ کو ہندوؤں اور سکھوں سے گفتگو کی زیادہ عادت نہیں، اس لئے ان سے گفتگو کرتے وقت ضروری ہے کہ قرآن کریم کے طرز کی اتباع کریں اس کے الفاظ سہل اور دلائل میں سادگی ہے۔ قرآن کریم کے پیش کردہ دلائل پر غور کرو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ سب کے سب دو چیزوں پر مرکوز ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمام عالم میں ایک طاقتور ہستی ہے۔ سورج، چاند، خشکی، تری، نور، ظلمت کو دیکھو تمہیں

معلوم ہوگا کہ ایک طاقتور ہستی ہے جو ان کے پیچھے کام کر رہی ہے اور دوسرے یہ کہ تم اسے نظر سے اٹھا دو تو ہر چیز میں فنا نظر آئے گی۔ ایک طرف کائنات کا ایک ایک ذرہ بتا رہا ہے کہ کوئی طاقت موجود ہے جو اس پر حکومت کر رہی ہے اور جو کبھی مٹتی نہیں، جس کی قوتوں کی کوئی حد بندی نہیں اور دوسری طرف ہر ذرہ یہ بتا رہا ہے کہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ یہ دونوں متوازی سلسلے ہر جگہ دنیا میں نظر آتے ہیں۔ ایک طرف ہم آنکھ کو دیکھتے ہیں کہ اس کی حفاظت کیلئے قدرت نے کیا کیا سامان رکھے ہیں۔ ابروہی جو چوٹ وغیرہ سے حفاظت کرتے ہیں پلکیں ہیں تا باریک گرد وغبار کو اندر جانے سے روک دیں۔ پھر اسے گیلا رکھنے کے لئے قدرت نے ایسی غدودیں رکھی ہیں تا آنکھ خشک نہ ہو۔ ایک زمیندار ان تفاصیل کو نہیں جانتا لیکن جب آنکھ خشک ہوتی ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ اس میں خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ تو عام باتیں ہیں لیکن ڈاکٹروں سے پوچھو تو وہ کیا کیا پردے اور باریک باتیں آنکھ کے متعلق بتائیں گے گویا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوت ہی قوت ہے۔ دوسری طرف یہ حال ہے کہ ایک شخص جنگل میں جا رہا ہے کوئی سرکنڈا لگا اور آنکھ نکل گئی۔ یا کھیل میں چوٹ لگی تو آنکھ بیٹھ گئی، کوئی چیز پڑ گئی تو روشنی جاتی رہی، پھولا بن گیا۔ اب غور کرو کہ ایک طرف تو سینکڑوں فلسفی لگے ہیں مگر آنکھ کے معارف ختم نہیں ہوتے۔ دوسری طرف انگوٹھا لگا اور آنکھ باہر۔ گویا کمزوری اتنی کہ کوئی طاقت اس میں ہے ہی نہیں اور یہی حال ہر ذرہ کا ہے۔ ایک طرف طاقت ہی طاقت اور دوسری طرف کمزوری ہی کمزوری۔ اور یہ سب باتیں کیا ظاہر کرتی ہیں یہی کہ تم کچھ نہیں خدا سب کچھ ہے۔ پس جن کے پاس تبلیغ کے لئے جاؤ، انہیں یہ آسان باتیں بتا کر ان کے دل میں خشیت پیدا کرو اور بتاؤ کہ انسان خدا کی مدد کے بغیر کچھ نہیں اور پھر انہیں بتاؤ کہ اسلام کے ذریعہ ہی تم خدا کو پا سکتے ہو۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارے مذہب میں سچائی ہے تو اسے بتاؤ کہ بے شک ہے مگر اسلام میں زیادہ ہے۔ بجائے اس کے کہ اسے کہو تیرا مذہب جھوٹا ہے، اس کی تائید کر کے اسلام کی فضیلت اس کے ذہن نشین کرو۔ اگر جھوٹا کہو گے تو وہ کہہ دے گا کہ سارے ہی ڈھکوسلے ہیں اور اگر کہو کہ سچائی ضرور ہے تو رستہ آسان ہو جائے گا۔ قرآن کریم نے یہی طریق اختیار کیا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ سب نبی چور اور بٹمار ہیں۔ لیکن قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُمّت میں نبی بھیجے ہیں جو سب خدا کے پیارے ہیں۔ پس چاہئے کہ اس طرح ان کے دل میں خشیت پیدا کرو اور انہیں یہ بھی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے انبیاء مبعوث کرتا رہا ہے اور ان کے ذریعہ ہی دنیا کو ترقی دیتا رہا ہے اور دنیا کی ترقی ایک ہی دین پر قائم ہونے سے ہوسکتی

ہے۔لڑائیاں جھگڑے سب لوگوں نے خود پیدا کئے اور یہ اپنی وجہ سے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔یہی باتیں ہیں جو قرآن شریف پیش کرتا ہے اور جو مفید ہوسکتی ہیں۔باقی رہا یہ کہ دنیا کو خدا نے کس طرح پیدا کیا اور کس چیز سے پیدا کیا۔یہ فضول باتیں ہیں۔بیٹے سے محبت کرنے کے لئے کوئی شخص اس کا جگر تلی نہیں دیکھا کرتا۔جو چیز دیکھنی چاہیئے وہ یہی ہے کہ خدا کا ہاتھ نظر آتا ہے، اسے پکڑلو۔دلیل کے وقت ان کے سامنے تازہ نشانات اور سادہ عام فہم باتیں پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی عقل کے مطابق اس کے لئے نشان رکھے ہیں ایک فلسفی نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا فلسفہ اتنا باریک ہے کہ فلسفی بھی اسے نہیں سمجھ سکتے، پھر زمیندار لوگ اسے کس طرح مان لیتے ہیں۔بزرگ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہر شخص کو اپنے فہم کے مطابق مل جاتے ہیں۔کوئی بدوی پاس سے گزر رہا تھا اس سے اس نے دریافت کیا کہ تم خدا کو کیوں مانتے ہو۔اس نے کہا کہ جنگل میں اگر کوئی لیڈنا پڑا ہو تو اسے دیکھ کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی اونٹ اِدھر سے گزرا ہے تو اس قدر عظیم الشان کارخانہ بغیر کسی خالق کے کیونکر ہو گیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سادہ دلائل کی طرف توجہ دلائی ہے۔پس تم بھی تفصیلات اور فلسفیانہ باتوں کے پیچ میں نہ پڑو کیونکہ ان سے نکلنے کا نہ تمہیں رستہ ملے گا اور نہ انہیں۔اصل چیز یہ ہے کہ ہمارے پاس زندہ خدا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والا، زندہ رکھنے والا، خالق مالک ہے اس کے تازہ نشانات ہم روز دیکھ رہے ہیں اور ان باتوں کے ہوتے ہوئے ہمیں اس پیچ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے کہ خدا کس طرح ہے۔اس کی کیا صورت ہے۔دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ زمیندار لوگ چیچک کا ٹیکا کراتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات کو قطعاً نہیں سمجھ سکتے کہ نشتر مارنے سے چیچک کس طرح رُک جاتی ہے۔وہ صرف یہ جانتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ ٹیکا کرایا وہ اس سے محفوظ رہے اور ان کے لئے اس کے مفید ہونے کی یہ کافی دلیل ہے۔اب تک بعض ڈاکٹر اس کے مخالف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ سب کمزوریاں اور بیماریاں اس سے پیدا ہوتی ہیں مگر یہ جو تذبذب کی حالت ہے یہ ایک زمیندار میں نہیں ہوتی۔مضرت اس کی آنکھوں سے مخفی ہے وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ کرانے والوں کو فائدہ ہوا ہے یا لوگ کونین کھاتے ہیں مگر ہر ایک یہ کہاں جانتا ہے کہ یہ بخار کو کس طرح جا کر روکتی ہے۔عام آدمیوں کو ان باتوں سے تعلق نہیں ہوتا وہ اتنا جانتے ہیں کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے اور اصل دلیل یہی ہے اس لئے اسے پیش کرو اور بتاؤ کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔تمہارے ہی علاقہ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے

لوگوں نے مل کر اس کی مخالفتیں کیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسے تباہ کر دیں گے مگر آخر وہ خود ھَبَـــاءً مَّنْثُوْرًا [۱] ہو گئے لیکن اسے اللہ تعالیٰ نے ترقی دی۔ وہ بڑھا، پھولا اور پھلا دنیا کے کناروں سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کے پاس لایا، بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی، عالموں کو بھی اور جاہلوں کو بھی، غور کرو یہ کیا چیز ہے۔ تمہارے بھی آخر بزرگ ہوئے ہیں۔

پنڈت دیانند صاحب کو ہی لے لو اور دیکھو کہ مذہبی لحاظ سے ان کے ماننے والے کم ہو رہے ہیں یا بڑھ رہے ہیں، حالانکہ شروع میں ہی راجے اور مہاراجے ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد کئی سال تک چندسَو سے نہ بڑھ سکی مگر پھر بھی دیکھو، اللہ تعالیٰ انہیں کس طرح ترقی دے رہا ہے۔ پھر انہیں یہ بتاؤ کہ یہ مت خیال کرو ہم پڑھے لکھے نہیں ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ سے ملنے کا رستہ کھلا ہے۔ غرضیکہ ایک طرف انہیں امید کا پیغام دو اور دوسری طرف خوف کا۔ انہیں سمجھاؤ کہ جب تک کوئی نبی مبعوث نہ ہو، اُس وقت تک اور بات ہوتی ہے لیکن جب نقارہ بج جائے تو گھر میں بیٹھنے والا مستوجبِ سزا ہوتا ہے۔ باقی تناسخ وغیرہ مسائل پر بحثیں کرنا یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ خواہ ہمارا مولوی کرے یا ان کا۔ ہم بھی بے شک ایسا کرتے ہیں مگر اسی طرح جس طرح پتھر مارنے والوں کو جواب دیا جاتا ہے۔ پتھر مارنا شرفاء کا شیوہ نہیں مگر جوابی رنگ میں بعض اوقات مارنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے شریف سے شریف انسان کو بھی مجبوراً دس پندرہ منٹ پاخانہ میں بیٹھنا پڑتا ہے لیکن کون ایسا احمق ہے جو شوقیہ طور پر وہاں جا کر بیٹھے۔ پس ان باتوں میں نہ پڑو ہاں اگر دشمن ایسے رنگ میں اعتراض کرے اور کسی طرح پیچھا نہ چھوڑے تو اور بات ہے۔ وگرنہ سادہ باتیں اور عام فہم دلائل پیش کرو۔ یہی گُر ہے جس سے نبی کامیاب ہوئے۔ فلسفہ نے دنیا میں کوئی جماعت پیدا نہیں کی۔ ارسطو کی دنیا میں کوئی جماعت نہیں مگر موسیٰ و ابراہیم کی ہیں جماعت ہمیشہ وہی بنا سکتے ہیں جو خدا کی قدرت پر بنیادیں رکھتے ہیں۔

اِردگرد کے دیہات میں عام طور پر یہ بھی احساس ہے کہ ہم ان کے دشمن ہیں۔ ان کی اس غلط فہمی کو دور کرو اور بتاؤ کہ ہمارے دل میں تو ماں باپ سے بھی زیادہ محبت ہے۔ یہ ذریعہ ہے جس سے تم کامیاب ہو سکتے ہو۔

اس کے بعد مَیں دعا کرتا ہوں۔ سب اس میں شریک ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے

فرائض ادا کرنے کی توفیق دے اور تبلیغ کے نیک نتائج پیدا کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام کرشن بھی ہے اور آپ کا ایک الہام ہے کہ ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے۔[۳] حضرت کرشن نے بھی آپ کے متعلق پیشگوئی کی ہے، باوا نانک علیہ الرحمۃ نے بھی کی ہے۔ آپ کو گئو پال کہا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی جماعت گائے کی طرح ہوگی جس طرح گائے اپنے مالک کے تھان پر کھڑی رہتی ہے، تھوڑے چارہ پر قناعت کرتی اور دودھ دیتی ہے، عمدہ نسل کے بچے پیدا کرتی ہے، ایسے ہی آپ کی جماعت بھی ہوگی۔ پس ممکن ہے بعض لوگ مذبح کا ذکر کریں لیکن انہیں بتاؤ کہ ہم تو گئو پال ہیں اور ان تمام انسانوں کو جو گئوؤں کی طرح کے ہوں اپنے اندر لیتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ بھی ہمارا سلوک گئوؤں کی طرح کا ہی ہے۔ ہاں اگر کوئی شیر کی طرح حملہ کرے تو اس کا جواب تو دینا ہی پڑتا ہے۔ پس جاؤ اور اس الہام کو پورا کرنے کے لئے ہندوؤں اور عیسائیوں کو تبلیغِ اسلام کرو۔

(الفضل ۱۲۔ مارچ ۱۹۳۳ء)

۱؎ عامی: ادنیٰ۔ جاہل

۲؎ الفرقان: ۲۴

۳؎ تذکرہ صفحہ ۳۸۰۔ ایڈیشن چہارم